عزیز زبیدی

تصریحات

ملک سے باہر رہ کر اپنے ملک کے اندرونی معاملات کے بارے میں کچھ لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں جو ملک کے لیے مفید ہیں نہ ان کی ذات کے لیے فائدہ مند ہیں۔ اب کے انہوں نے معمول کے مطابق ایک نیا شوشہ ایجاد کیا ہے یعنی ملک کے اندر کنفیڈریشن قائم کرنے کا نعرہ بلند کیا ہے ہم یہ تو نہیں کہتے کہ ان کو اس کے معنے نہیں آتے یا اس کے مضمرات سے واقف نہیں لیکن اتنی بات ہم ضرور جانتے ہیں کہ:۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا (کہف)

بڑی (مکروہ اور سخت) بات ہے جو ان کے منہ سے نکلی ہے (معاذاللہ) یہ صرف جھوٹ بکتے ہیں

اس بات کی سنگینی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ان کے اپنے رہنما بھی سُن کر کانوں پر ہاتھ دھرنے لگے ہیں، ریٹائرڈ جنرل ٹکا خان جناب اصغر خان اور جناب مصطفیٰ جتوئی نے اسکے اس نعرہ سے برأت کا اظہار کیا ہے۔

کنفیڈریشن کا تعلق ممالک کے باہمی سیاسی وفاق سے ہوتا ہے۔ اندرون ملک صرف فیڈریشن چالو ہوتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ملک کے مختلف صوبوں کے عوام کو یہ تأثر دینا چاہتے ہیں کہ صوبے کا حصّہ نہیں بلکہ ملک کے اندر خود مختار مملکتیں ہیں۔

ایسی باتیں محض بغض معاویہ کے نام پر کر رہے ہیں۔ اگر ان کو موجودہ حکمرانوں کے سلسلے میں کچھ شکوے ہیں تو برملا ان کے متعلق شکوے کریں۔ لیکن ان کے بجائے مملکت کے سلسلے میں ایسی باتیں۔ مملکت کے ہر شہری کو اس سے صدمہ ہوا ہے اور سب نے اس کی مذمت کی ہے اور کرنی چاہیے۔ بھائی بھائی سے لڑتا ہے تو سو بار لڑے لیکن یہ کیا ہوا کہ اٹھ کر گھر کو ہی آگ لگا دے۔

اگر سندھی بلوچی اور پشتو کا نعرہ لگا کر کنفیڈریشن کی باتیں نہ کرتے تو ہم سمجھتے کہ شاید مسلمان ممالک

کے مابین وفاق قائم کرنے کا ولولہ ان کے سینے میں بیدار ہو رہا ہے اور سید جمال الدین افغانی اور علامہ اقبال مرحوم کی روح ان کے اندر کروٹ لینے لگی ہے۔ لیکن بس آرزو کہ خاک شدہ انہوں نے باتیں کچھ اس انداز سے کی ہیں کہ وہ ننگے ہو کر رہ گئے ہیں کہ۔ ان کی نیتوں میں بدستور فتور کام کر رہا ہے۔ غالباً ملک سے باہر رہ کر اکتا گئے ہیں۔ اور ایسی دِلی باتیں کر کے وقت کٹی کر رہے ہیں۔ بہر حال اگر ان کو ملک سے کچھ محبت ہے تو ان کو اپنے دن پورے کرنے کے لیے کوئی اور شغل سوچنا چاہیے۔ ملک کی تقدیروں سے کھیلنے سے باز آجائیں

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت (تشریف آوری) اور نزولِ وحی سے پہلے لوگ عموماً شتر بے مہار ہوتے ہیں۔ مناسب نامناسب، سبھی کچھ چلتا رہتا ہے، جو جائز کام ہیں۔ تو ان کی تو ہر وقت اور ہر زمانے میں اجازت ہوتی ہے۔ اس لیے جب اللہ کے نبی آتے ہیں، تو لوگوں کو ممنوعات سے باز رہنے کی تلقین کرتے۔ اور درس دیتے ہیں، چونکہ اب تک لوگوں کی زندگی بے قید گوری ہوتی ہے۔ اس لیے ان کو بریک لگتے لگتی ہے۔ ان بریکوں کو تقویت پہنچانے اور مخالف قوتوں کو زیر کرنے کے لیے اللہ نے امتوں پر روزے فرض کیے ہیں ان سے بہیمی قوتوں کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔ نفس رام ہونے لگتا ہے اور انسان کا تعلق باللہ پھر سے تازہ ہو جاتا ہے۔ اور سیر الی اللہ کی چاشنی ان کو نصیب ہو جاتی ہے۔ پہلے جو چیز طوق و سلاسل بن رہی تھی۔ اب وہی چیز سچی پیاس بن جاتی ہے۔ گو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام طبعاً الی اللہ کی طرف مائل ہوتے ہیں اس راہ میں نفس و شیطان کی طرف سے ان کو کوئی بریک نہیں لگ سکتی مگر اس کے باوجود روزے بھی سب سے زیادہ وہی رکھتے ہیں۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سارا شعبان روزے سے رہتے تھے۔

ماہِ رمضان آیا ہے کہ روزے رکھ کر نفس و طاغوت کی گرفت پر ضرب لگائیں لیکن عموماً ماہِ رمضان سے وہی سلوک کیا جاتا ہے۔ جو بہیمی قوتوں اور شیطانی روح سے ہونا چاہیے تھا یہی وجہ ہے کہ جو لوگ ماہ رمضان کے روزوں سے تعلق قائم کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ وہ پہلے سے زیادہ نفس و شیطان کے غلام ثابت ہوتے ہیں۔ شرعی معذور کے سوا روزہ کسی بھی شخص کو معاف نہیں ہے۔ آخرت میں اس کے بارے میں جو باز پرس ہوگی وہ تو ہو گی ہی۔ لیکن اس کوتاہی پر انسان کو معصیت کوشی سے ایک گونہ جو مناسبت حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ اس کی اخروی

تقدیروں کو مزید بوجھل بنا دیتی ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ آپ اس فریضہ کی اہمیت اور افادیت کا احساس فرمائیں تاکہ آپ خدا کی نگاہ میں بدنصیب نہ کہلائیں۔ تفصیلی احکام کے لیے اگلے شمارہ کا انتظار فرمائیں۔

کراچی میں فسادات اور ہنگامے تاوقتِ تحریر جاری ہیں۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق دو تیز رفتار ویگنیں جو ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کر رہی تھیں کہ انہوں نے ناظم آباد چورنگی کے بس سٹاپ پر کھڑی سرسید گرلز کالج کی طالبات کو لپیٹ میں لے لیا ایک منی بس کے ٹکرانے سے ایک طالبہ بشریٰ زیدی موقع پر جاں بحق ہوگئی۔ اور اس کی بہن نجمہ زیدی سمیت چار طالبات بری طرح زخمی ہوگئیں۔ پولیس نے منی بس کے ڈرائیور کو گرفتار بھی کر لیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مالی منفعت کے لالچ اور ڈرائیور کی عاقبت نا اندیشی کی وجہ سے یہ حادثہ پیش آیا جو اجتماعی غم و غصہ اور عوامی اشتعال کا باعث بن گیا۔ جس کا ہمیں بھی سخت صدمہ ہے لیکن ہم اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ جن طلباء یا دوسرے باشندگان نے اس پر جو احتجاجی جلوس نکالے، احتجاجی پتھراؤ کیا، احتجاجی رکاوٹیں کھڑی کیں۔ اور احتجاجی آتشزنی کی روح فرسا مشعلیں روشن کرنے کا جو سلسلہ شروع کیا ہے۔ کیا اس کا محرک صرف یہ ہے کہ کسی نے اپنی مالی منفعت کے لالچ اور اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داری میں غفلت برتنے کی وجہ سے ایک بے گناہ کی جان کیوں لی اور کیوں تلف کر ڈالی، اگر یہ بات ہے تو ایک جان کے بدلے خود انہوں نے کئی بے گناہ جانیں کیوں ضائع اور برباد کر دیں اور عدالت کی طرف رجوع کرنے کے بجائے سڑکوں پر کیوں نکل آئے اور سڑکوں کی شامت کیوں آئی۔

جان ایک گئی، احتجاج کرنے والوں نے پورے شہر اور اس کے مضافات کی جانیں شکنجے میں دے دیں۔ دکانیں جن کی لوٹیں، جن کے گھروں اور کاروباری دکانوں کو آگ لگائی۔ جن پر پتھراؤ کیا۔ جو دوسری بے گناہ بسیں جلائیں۔ جن کو توڑ پھوڑ کر تباہ کیا۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ اس عزیزہ بچی کے اتلاف میں انکا بھی ہاتھ ہے، سارے شہر کا امن اور سکون برباد کر ڈالا۔ اس میں عورتیں، بچے، بے گناہ مسافر، راہی سبھی لوگ آگئے ہیں۔ کیا کوئی باور کر سکتا ہے کہ یہ سبھی کچھ صرف ایک مظلوم طالبہ کے حادثہ کا ردِعمل ہے؟۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر انہیں سوچ لینا چاہیے کہ خدا کو بھی اس کا جواب دینا ہے۔ بسوں کے حادثے روز ہوتے ہیں۔ ہر جگہ، ہر شہر اور ہر جگہ ہوا ہے۔